۸۶

سراپا شفقت، مجسّم شرافت میرے بزرگ حضرت مفکرِ ملّت

(از حاجی محمد رفیع صاحب دہلی)

تیرہ و تار تھی پہلے ہی یہاں شامِ حیات　　دامنِ چرخ سے اک اور ستارا ٹوٹا

کوئی بتلاؤ میری قوم کے معصوموں کو　　کون برباد ہوا کس کا سہارا ٹوٹا؟

یوں تو یہ دنیا فانی ہے اور یہاں کی ہر چیز آنی جانی ہے بقول شاعر ؎

دُنیائے دَنی کو نقشِ فانی سمجھو
ہر چیز یہاں کی آنی جانی سمجھو

جو آیا ہے اُسے ایک روز جانا بھی ضرور ہے چھوٹا ہو یا بڑا۔ امیر ہو یا غریب، غلام ہو کہ بادشاہ۔ جاہل ہو یا عالم۔ اس میں کسی کی قید نہیں ہے، سب ایک ہی راستہ کے مسافر ایک ہی کشتی کے سوار اور ایک ہی راستہ کے راہرو ہیں ــــ مگر یہ سچائی بھی ناقابلِ انکار ہے، کچھ لوگ جب اس دُنیا سے جاتے ہیں تو ان کو صرف ان کے اہل و عیال، اہلِ خاندان اور ان کا مخصوص حلقۂ احباب روتا ہے، ان کی موت پر غم کے آنسو بہاتا ہے مگر کچھ شخصیتیں، کچھ سراپا اخلاص انسان اور گراں قیمت بزرگ ایسے بھی ہوتے ہیں تو یہ زمین و آسمان یہ کوہ بیاباں، یہ دشت و جبل، یہ فضائیں اور یہ ماحول، یہ در و دیوار

اور لاکھوں انسانوں کے قلب و رُوح اُن کے سوگ اور غم میں درد و کرب کی ایسی کسک محسوس کرتے ہیں جو عرصہ تک ختم نہیں ہوتی۔

حضرت مُفکرِ ملّت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی جیسی عظیم و گراں مایہ شخصیت سراپا اخلاص و شفقت بزرگ ملک و ملّت کے دردمند دینی دلّی اور سیاسی و سماجی رہنما کی وفاتِ حسرت آیات بھی ایسا المناک حادثہ ہے جس پر آسمان اشک فشاں اور فضائیں سوگوار ہیں اور ہر دردمند دل افسردہ و مغموم ہے۔

ذاتی طور پر مجھے جن حضرات اکابر کو دیکھنے یا جن سے ملنے کا شرف حاصل ہوا ہے اُن میں مجاہدِ ملّت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مولانا احمد سعید صاحبؒ دہلویؒ جیسے بلند پایہ اکابرِ ملّت اور مجاہدینِ وطن شامل ہیں حضرت حکیم الاسلامؒ میرے شیخ طریقت مُرشد برحق اور رہنمائے دین تھے۔ مگر حضرت مفکرِ ملّت کی شفقتوں، عنایتوں اور دین و ملّت کے سلسلہ میں ان کی بیش بہا خدمات نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔ ان کی یاد، ان کا تصوّر، ان کی بے غرض خدمات انجام دینے کا طریقہ اور ہر چھوٹے بڑے سے پُر شفقت انداز میں پیش آنے کا اُن کا وہ پیارا اور مقدس و منفرد انداز میرے لئے ناقابلِ فراموش ہے۔ اور اُن کی مہربانیوں کا معاملہ میری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے۔

اِس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ حضرت مفکرِ ملّت نے دیوبند کی انقلابی علمی و دینی فضاؤں میں تعلیم و تربیت پانے کے بعد سے گذشتہ ساٹھ سال تک مُلک و ملّت، دین، شریعت اور علم و اخلاق کی دُنیا میں ایسے گراں مایہ نقوش ثبت کئے ہیں جو اس صدی کا قابلِ فخر ملی سرمایہ اور گراں مایہ اثاثہ ہیں۔ کاش میں مضمون لکھنا جانتا تو اپنے احساسات و جذبات کو صحیح ڈھنگ سے پیش کرسکتا گو میں تو اپنے مربّی و محسن کی یادگار "مفکرِ ملّت نمبر" میں شرکت کو اپنی سعادت تصوّر کرتے ہوئے اس محفلِ علم و ادب کی خاکِ پا کی حیثیت سے یہ چند الفاظ پیش خدمت کر رہا ہوں +

مفتی عتیق الرحمن عثمانی

از: ڈاکٹر ماجد علی خاں جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

برصغیر ہند وپاک کے ممتاز عالم دین، مسلم مجلس مشاورت کے صدر، مسلم پرسنل لا بورڈ کے سابق صدر، بانی ندوۃ المصنفین (دلّی) اور درجنوں مدارس، انجمنوں ودیگر ملّی اداروں کے سرپرست وممبر حضرت مولانا مفتی عتیق الرّحمان عثمانی ۸۳ برس کی عمر میں طویل علالت کے بعد ۱۲ مئی بروز ہفتہ دوپہر ساڑھے تین بجے اس دار فانی سے رحلت فرماگئے۔ اِنا للہ وانا الیہ راجعون۔

مفتی عتیق الرحمان عثمانی صاحب کے انتقال سے ہندوستان کے مسلمان ایک مقتدر رہنما، ایک باشعور دینی مفکر، ایک جیّد عالم اور ملت کے ایک دردمند سے محروم ہوگئے، مفتی صاحب کا تعلق دیوبند کے مشہور خانوادہٗ علم وفضل سے تھا۔ آپ کے والد حضرت مفتی عزیز الرحمن عثمانی اپنے دور کے مفتیٔ اعظم اور مشائخ طریقت میں سے تھے۔ جن کو حضرت گنگوہیؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ جیسے بزرگوں سے تربیت وتلمذ کا شرف حاصل رہا۔ مفتی صاحب کی پیدائش ۱۹۰۱ء میں ہوئی۔ مفتی عتیق الرحمن صاحبؒ نے بھی اپنی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں ہی حاصل کی اور محدث عصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے تلمذ کا شرف حاصل کیا۔ ابتداء میں مفتی صاحب دارالعلوم دیوبند میں مدرس رہے اور بعد کو حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور دیگر اکابر دیوبند کی ہم رکابی میں ڈابھیل چلے گئے جہاں

گجرات کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں کئی سال تک فقہ، حدیث اور تفسیر کی اونچی کتابوں کا درس دیتے رہے۔

ڈابھیل کے زمانۂ قیام میں گاندھی جی کی مشہور تحریک نمک ستیہ گرہ شروع ہوئی اس دوران انگریزی اقتدار کے ظلم و زیادتی کے خلاف اپنا تاریخی فتویٰ دیا جس کے نتیجہ میں بالآخر مفتی صاحب کو گجرات چھوڑنا پڑا۔ وہاں سے آپ کلکتہ تشریف لے آئے جہاں کی مشہور مسجد "کولوٹولہ" میں خطیب رہے اور اسی مسجد میں درس تفسیر بھی دیا جو خاص و عام میں بہت مقبول ہوا۔ کلکتہ میں مفتی صاحب کا قیام تقریباً ۵ سال رہا۔ اس دوران آپ نے تحریک آزادی میں سرگرم حصہ لیا۔ اسی زمانہ میں مولانا ابوالکلام آزاد سے بھی قریبی روابط قائم ہوئے۔

اس دور میں دنیا کے بدلتے ہوئے حالات اور وقت کے تقاضوں کا مفتی صاحب کے ذہن پر کافی اثر ہوا۔ چنانچہ دینی علوم کے میدان میں جدید طریقہ سے کام کرنے کی ضرورت کو محسوس کیا اور اسلامی علوم و فنون کو وقت کے تقاضوں کے مطابق پیش کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ اس احساس کے ساتھ انھوں نے کلکتہ کے قیام میں مولانا آزاد و دیگر حضرات کے تعاون سے اس ملک کی مشہور و مقبول ریسرچ اکاڈمی ندوۃ المصنفین کی بنیاد ڈالی۔ دہلی کی مرکزی حیثیت کو محسوس کرتے ہوئے اس اکاڈمی کو مفتی صاحب دہلی لے آئے جہاں ان کے رفقا مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی، مولانا سعید احمد اکبرآبادی اور مولانا بدرعالم میرٹھی کے علمی و قلمی تعاون سے یہ ادارہ پروان چڑھتا رہا اور آج اس ادارہ کی تقریباً دو سو بیش قیمت مطبوعات ہیں۔ اسی ادارہ کے تحت اردو زبان کا مشہور دینی و علمی رسالہ "برہان" بھی جاری کیا گیا جو تقریباً ۴۶ سال سے حضرت مولانا سعید احمد اکبرآبادی صاحب کے زیر ادارت نکل رہا ہے ۱۹۳۷ء سے جب ندوۃ المصنفین

قائم ہوا مفتی صاحب کی آخری سانس تک یہ ادارہ جس معیار سے چلتا رہا اس سے مفتی صاحب کی تنظیمی صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے امید ہے کہ یہ ادارہ آئندہ بھی اسی طرح چلتا رہے گا اور جدید تقاضوں کے پیش نظر امت مسلمہ کے لیے بالخصوص اور تمام انسانوں کے لیے بالعموم اسلامی علوم وفنون، تاریخ وسیرت وغیرہ پر باسلیقہ لٹریچر پیش کر کے مفتی صاحب کے باقیات الصالحات میں شمار ہوتا رہے گا۔ مفتی صاحب کی یہ تمنّا تھی جو ان کے دل میں ہی رہی کہ اس ادارہ کے تحت موجودہ تقاضوں کے پیش نظر انگریزی میں بھی اسلامی لٹریچر شائع ہو۔ راقم السطور سے کئی بار اس موضوع پر تفصیلی گفتگو بھی فرمائی۔ اگر مفتی صاحبؒ اپنی عمر کے آخری قیمتی حصے میں شدید بیماری کے باعث صاحب فراش نہ ہو جاتے تو یقیناً وہ اپنی اس تمنّا کو بھی پورا کر لیتے امید ہے کہ ندوۃ المصنفین کی موجودہ انتظامیہ مفتی صاحبؒ کی اس دیرینہ خواہش کو پورا کرے گی۔

مفتی صاحب کی سیاسی سرگرمیاں زیادہ تر جمعیت العلماء ہند سے وابستہ رہیں جس کے وہ سرگرم رکن ورہنما تھے اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ ومولانا حفظ الرحمان سیوہاروی جیسے مخلص حضرات کے ساتھ جمعیت العلماء کے پلیٹ فارم سے آزادی کے قبل انگریزی حکومت کے خلاف اور آزادی کے بعد فرقہ پرستی کے خلاف نہ صرف آواز بلند کرتے رہے بلکہ انتھک جدوجہد کرتے رہے۔ ایک طرف وہ مجاہدانہ شان سے قوم وملک دشمن عناصر کے خلاف جہاد کرتے رہے تو دوسری طرف دینی علوم کی اشاعت میں بھی مصروف رہے اس طرح ان کی شخصیت میں اعتدال کے ساتھ دونوں چیزیں جمع رہیں وہ ایک طرف علوم اسلامیہ دینیہ کے حامل تھے تو دوسری طرف قوم کے پر رہنما بھی۔

دارالعلوم دیوبند کی علمی حیثیت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ یہ درسگاہ ازہر ہند کا

مقام رکھتی ہے مفتی صاحب کا اس علمی ادارہ سے بچپن سے ہی تعلق رہا۔ وہ یہاں کے طالب علم بھی رہے اور مدرس بھی اور بعد میں اسکی شوریٰ کے ایک اہم اور موثر رکن بھی۔ ان کی زندگی کے آخری دور میں اس ادارہ میں جو اختلافات رونما ہوئے وہ سب کے علم میں ہیں۔ مفتی صاحب سابق مہتمم حضرت مولانا قاری طیبؒ صاحب کے ساتھ آخری وقت تک رہے لیکن اپنی طبیعت کے فطری اعتدال کی وجہ سے انھوں نے کبھی بھی دوسرے کیمپ کے لوگوں سے ربط وضبط میں کمی نہیں کی۔ اس قسم کی مثالیں اس دور میں ناپید ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ مفتی صاحبؒ مسلم پرسنل لاء بورڈ کے بانیوں میں سے تھے تو غلط نہیں ہوگا۔ اسکی تفصیلات کے لیے یہ مختصر مضمون ناکافی رہے گا۔ بورڈ کے ایک اہم رکن اور آخر میں اس کے صدر کی حیثیت سے انھوں نے مسلم پرسنل لاء میں حکومت کی مداخلت کو رد کرنے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے سلسلے میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔ اس سلسلہ میں بورڈ کو جو کامیابیاں ملیں ان کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ اس میں مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی جیسے مخلص حضرات شریک تھے، اپنی عمر کے آخری دور میں جب علالت نے کافی طول پکڑا تو انتقال سے چند ماہ قبل ان کے اصرار پر بورڈ کو دوسرا صدر منتخب کرنا پڑا۔ اس بات کا سب اعتراف کرتے ہیں کہ مذہبی علوم پر اپنے عبور اور ملک کے حالات سے اپنی گہری واقفیت کی بنا پر وہ مسلم پرسنل لاء کی افادیت اور اس کے تحفظ کی ضرورت کو نہ صرف حکومت کے ذمہ داروں بلکہ خود بعض مسلمانوں کو بھی ذہن نشین کراتے اور بالآخر ان کو اس سلسلہ میں قائل ہونا پڑتا اور مسلم پرسنل لاء کی افادیت کو تسلیم کرنا پڑتا۔ سادہ لیکن پرمغز و جامع الفاظ میں مخالف کو صحیح بات تسلیم کرانے کا ملکہ جس طرح موجودہ دور میں مفتی صاحب کے اندر دیکھا گیا شاید ہی کسی دوسری شخصیت میں